یاوارث

حق وارث

روشنی کا سفر

حیاتِ وارثی

Scanned with CamScanner

(امام العقلاء وارث اسد علی سید حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز)

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بانکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئی جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی عظیم جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں لکی اسٹار
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے
یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظمہ اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئی وارثی اپنی جانب
منسوب کرکے توہین
حکم مرشد کا ارتکاب نہ
کرے اگر کوئی بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائی تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول رہا ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا
برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں   شکریہ

Scanned with CamScanner

Tirbhuwan Prasad
(Chief Secretary, U. P.)

عزیز حیات نے
آپکی شاعری
ہزاروں لوگوں کو متاثر
کیا ہے - سچائی کو بھائی
سے ملایا ہے - آپکا
آپ کے کاموں سے قومی ایکتا
کو بڑھاوا ملا ہے اور
انسانیت کو اپنے آپکو
سمجھنے کے لئے مجبور ہونا
پڑا ہے - مجھے یقین ہے
آپکی تحریک اتحاد کامیاب
ہوگی —

[illegible] -
(त्रिभुवन प्रसाद)

Mohd Aslam Nadvi
(Bombay)

● حیات وارثی کے کلام کی معنویت اور زبان و بیان پر قدرت انہیں ہم عصر شعراء سے ممتاز کرتی ہے جو حیات وارثی کو جاننے کا دعویٰ کر سکتا ہو وہ مکمل تجزیے شاعری ہیں اسی لئے انہیں عوام میں مقبولیت حاصل ہے مذہب و انسانیت کی اعلیٰ قدروں پر ان کا یقین ناقابل تسخیر ہے ●

حیات وارثی کا کلام درس حیات بھی ہے اور پیغام حیات بھی، روشنی کا سفر ● منزل شناسی اور طرز فکر کی نمائندگی کے لئے مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے ! ● حیات حال و استقبال کے باحیات شاعر ہیں اسلئے مجھے یقین ہے۔

محمد اسلم ندوی

[illegible] ۱۹۸۸ء

تخلیق کار ——— حیات وارثی

تخلیق ——— "روشنی کا سفر"

اشاعت ——— سنہ ۱۹۸۱ء

ناشر ——— حیات وارثی
باغ انوار لکھنؤ ۳

زیر اہتمام ——— عارف نجمی، جوہر امیٹھوی

کتابت ——— عرفان قاسمی

قیمت ——— بارہ روپئے

مطبوعہ ——— نظامی پریس

ملنے کے پتے:

مکتبہ البدر، دارالعلوم فاروقیہ کاکوری لکھنؤ

شیخ غلام محمد اینڈ سنس، [illegible] بازار سری نگر کشمیر

دانش محل، امین آباد پارک لکھنؤ

مکتبہ دین و ادب، امین آباد پارک لکھنؤ

اتر پردیش اردو اکیڈمی کے
مالی تعاون سے شائع ہوئی

انتساب

اپنے دو بڑے بھائیوں اور مخلص کرم فرما

عالی جناب ڈاکٹر موہن سنگھ وشوین

(اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس)

•

عالی جناب عبید الرحمن قدوائی

(اسسٹنٹ منیجر فوڈ کارپوریشن آف انڈیا)

کے نام

نہایت خلوص کیساتھ

حیات وارثی

Scanned with CamScanner

نقشِ اوّل

فلک سے جب صدا آئی مسعود حسن کاری میں

ہے ... تیری ادا بھی جھلک رہی ہو گی

(۱)

درِ حبیبؐ پہ جھکا جو سر وہ بلند رہے
زمیں کی پستیوں کے پاس عرش کی کمند رہے

٭

سفرنامہ

ناتراشیدہ ہیں اب بھی اُن کتابوں کے ورق
عمر بھر ہم جن کی تشریحات میں الجھا کئے

—— حیات وارثی

میری سانسوں کا سفر ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا۔

والد محترم کا نام سید معراج وارثی ہے۔ خاندان کی دینی، علمی اور ادبی روایات صدیوں کے دامن میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اجداد کا تعلق بخارا سے ہے جو ترک سکونت کرکے ہندوستان آئے۔ سورت (گجرات) سے لکھنؤ تک سلسلہ پھیلا۔

بزرگوں نے ہمیشہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، علم و ادب کو سرمایۂ افتخار سمجھا۔ دادا محترم مولانا سید ہدایت رسولؒ کی تصنیفات آج بھی علمی حلقوں سے خراج عقیدت حاصل کر رہی ہیں۔ مولانا علی وارثی اور حضرت معراج وارثی کی نگارشات دینی اور ادبی اعتبار سے تاریخ ساز ہیں۔ علم و ادب کی خدمت کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور خاندان کے بیشتر حضرات اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔

Scanned with CamScanner

اس نسبی سرگزشت سے میرا مقصد اظہارِ فخر نہیں بلکہ اپنے علمی تعلق کا اظہار ہے جس میں تعلّی کا کوئی دخل نہیں ہے۔

میں نے ہوش سنبھالا تو گھر کی فضا کو عشقِ رسولؐ اور ادب کے پھولوں سے مہکتے پایا۔ مجھے نعت گوئی کا شوق شاہراہِ سخن تک لے گیا۔ ۱۹۵۰ء میں میں نے پہلی نعت کہی اور اپنے گھر کی محفل میں پیش کی۔ میرے والد حضرت مولانا محمد عمر وارثی نے بے انتہا شفقت و محبت سے ہمت افزائی کی اور حوصلہ بڑھایا۔

والد محترم کے ہمراہ ۱۹۵۱ء میں کلاکلب کانپور کے مشاعرے میں شریک ہوا جس کی صدارت حضرت جگر مرادآبادی نے فرمائی تھی۔ حضرت جگر مرادآبادی کی دعاؤں کے سائے میں میری عوامی زندگی کا آغاز ہوا۔

ابتدائی دور میں علامہ شاکر ایرانی، شمس لکھنوی، اثر لکھنوی، عارف عباسی کی خدمت و قربت سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

تلاش اور عمل پیہم کو میری خصوصیات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ۱۹۵۵ء میں قبلہ سراج لکھنوی کو اپنا ذہنی اور فکری راہبر تسلیم کیا۔ سراج کی روشنی میں عرفانِ حیات حاصل ہوا۔

ابتدائی دور سے میں نے اپنے فن کو مقصدی بنانے کی کوشش کی ہے کیونکہ بے مقصد سفر کا نام آوارہ گردی ہے۔ ہندوستان کے ہیجانی دور کا نقطۂ عروج میری آنکھوں نے دیکھا اور سیکڑوں ذہن پر نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گیا اسی لئے میری شاعری کا موضوع عزم و حوصلہ، عظمتِ بشر، اعلیٰ قدریں اور یک جہتی و قربت ہے کیونکہ انھیں چیزوں کی کمی نے کائنات انسانی کو منتشر کر رکھا ہے۔

میری آنکھوں نے کئی ادبی تحریکوں کو وقت کی گود میں غائب ہوتے دیکھا ہے میں شاعری کو ترقی پسند، جدید یا قدیم کے خانوں میں بانٹنے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ

Scanned with CamScanner

نعرے بازی یا گروہ بندی یا ہوسِ اقتدار پسندی کی دین ہے، جبکہ حقیقی فنکار اپنے عہد اور ماحول کا عکاس اور ترجمان ہوتا ہے۔

کل اور کل کے درمیان "آج" ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں سے جس کسی کو الگ کر دیا جائے تو پل اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا، کیونکہ ماضی کے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں حال و مستقبل کو تابناک بنایا جا سکتا ہے۔ بے راہروی، سہل پسندی اور کم آگہی نے مختلف راستوں سے اُردو شاعری کو نقصان پہونچایا ہے۔ اردو شاعری کی ایک بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ زبان و فن سے ناآشنا لوگ بھی نئی شاعری کے نام پر زبان و فن کو مجروح کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک شاعر کی سب سے بڑی ذمہ داری اعلیٰ انسانی قدروں کو فروغ دینا اور اچھے سماج کی تعمیر کیلئے رہنمائی کرنا ہے۔ اُسے ذات سے بلند ہو کر کائنات کے لئے سوچنا چاہئے کیونکہ ذات بھی کائنات کا جزو ہے۔ میں بدکرداری، اذیت پسندی، اور نعرے بازی کرنے والے لوگوں کو شاعر تسلیم نہیں کرتا۔ میرا فنی شجرہ حضرت امیر خسروؒ سے شروع ہو کر ماہ و سال کی گردشیں طے کرتا ہوا مجھ تک پہونچا ہے۔ اس طویل سفر کے ہر موڑ پر زندگی کے ہمہ رنگی شعور، ہنر، تحقیق کے روپ میں اپنی پوری توانائی اور خوشنمائی کے ساتھ موجود ہے۔ اس سفرنامے کا اگر ایک باب بھی گم کر دیا جائے تو پوری کتاب بے ربط ہو جائیگی۔

نقل اور چوری شاعری سے بچنے کی میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے اس لئے میرے قدم زمین پر ہیں اور میں پورے اعتماد اور توازن کے ساتھ رنگا رنگ شعری گامزن ہوں۔ "روشنی کا سفر" میرا چوتھا شعری انتخاب ہے۔ اس میں آپ کو میرے ہر دعوے کی دلیل مل جائے گی۔

اس مجموعے میں دو شخصی نظمیں "تلسی" اور "اقبال" بھی شامل ہیں جو اس بات کی جانب اشارہ ہیں کہ شاعر کیسا اور کیسے ہونا چاہئے۔

میں ذاتی طور پر مذہب اور انسانیت کی خدمت کا قائل ہوں
اس لئے میری فکر و شعر میں یہ پہلو سب سے زیادہ نمایاں ہے
لیکن انداز شاعر کا ہے ناصح یا مبلغ کا نہیں۔

جسم کے فانوس میں پگھلا کیا اپنا وجود
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹا کئے

جنوری ۱۹۸۶ء

آغاز

صہبا، شباب، قوسِ قزح، روشنی، گلاب
ہر شخص تجھکو ایک نیا نام دے گیا

Scanned with CamScanner

ہمارے دیدہ و دل کا جواب بنتے ہیں
وہ آئینے جو ترا انتخاب بنتے ہیں

وہ جن خیالوں کے پیکر نہ ہم تراش سکے
وہ لاشعور میں گم ہو کے خواب بنتے ہیں

ہے میری ذات سے تیرے وجود کی تکمیل
الگ ہیں جز ہیں ملیں تو کتاب بنتے ہیں

نہ ریگ زار نہ دوری، نہ دھوپ اور نہ نگاہ
بس ایک تشنہ لبی سے سراب بنتے ہیں

جو چھین لیتے ہیں ہونٹوں سے جرأت اظہار
وہ ضابطے سبب انقلاب بنتے ہیں

وہ لمحے جن میں ترا لمس ہو گیا شامل
غزل کے جام میں ڈھل کر شراب بنتے ہیں

عجیب بات ہے وہ جب بھی سامنے آئے
حیات اپنے ہی آنسو حجاب بنتے ہیں

[illegible]

○

حالات کے دباؤ سے ہیجان میں رہے
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں رہے

تنہائی ملی اور کبھی خود کو بھی دیکھتے
مدت گزر گئی اسی ارمان میں رہے

جب تجربوں سے ٹوٹے توقع کے آئینے
جو مصلحت پسند تھے نقصان میں رہے

ان کے نقوش ابھرے ہیں قرطاسِ وقت پر
با اختیار رہ کے جو داستان میں رہے

ہم اپنے سلسلے چھوڑ کے تم تک نہ آ سکے
لمحاتِ انتقام تو امکان میں رہے

قائم نہیں ہے خبر نگاراں سے رابطہ
غالب کی طرح ہم بھی بیابان میں رہے

لفظوں کے دائروں میں سمیٹے حیات کو
حیرت زدہ سے دہر کے ایوان میں رہے

[illegible]

میخانۂ حیات کا انجام دے گیا
وہ مجھکو ایک ٹوٹا ہوا جام دے گیا

وہ فکر و فن کو جذبۂ بے نام دے گیا
غزلوں کو میری پیکرِ ابہام دے گیا

آیا تھا ساتھ لے کے وہ سوغات ہجر کی
رخصت ہوا تو تحفۂ اوہام دے گیا

ظاہر ہوئے نہ چہرے پہ دل کے تاثرات
خبروں پہ تبصرہ بھی بہت کام دے گیا

صبا، شباب، قوسِ قزح، روشنی، گلاب
ہر شخص تجھ کو ایک نیا نام دے گیا

اک کیف انتظار میں بیتی تمام رات
جو لمحہ گزرا صبح کا پیغام دے گیا

دنیا کی نفسیات سمجھ میں نہ آ سکی
ہر آدمی حیات کو الزام دے گیا

([illegible])

(مطبوعہ ماہنامہ پرواز ادب پٹیالہ)

سبزہ ہے نہ گل ہے اور نہ کوئی درخت ہے
اے دوستو وفا وہ گزرگاہِ سخت ہے

حالات کی تپش سے ابھی ہونٹ خشک ہیں
کیسے کہوں کہ آپ کا لہجہ کرخت ہے

مفہوم کیسے سمجھیں اشارے کنائے سے
ہر مطلعِ نگاہ کا مصرع دو لخت ہے

ابتک نہ جس کے سائے میں کوئی پنپ سکا
انسان کی ہوس وہ گھنیرا درخت ہے

جس شکل میں حیات کو تم چاہو ڈھال لو
پھولوں کی سیج ہے یہی کانٹوں کا تخت ہے

انساں کی فکر کتنے سویرے جگا چکی
انسانیتِ حیات ابھی خوابیدہ بخت ہے

•

(آل انڈیا ریڈیو، جنگ دہرہ دون کے مشاعرے سے نشر)

○

آنکھوں میں اُجالا ہے، حیرت میں اندھیرا ہے
دنیا ترے آنگن میں یہ کیسا سویرا ہے

صدیوں سے ہے روز و شب چیزوں کا سفر جاری
لمحات کا آئینہ تیرا ہے نہ میرا ہے

فطرت نے عطا کی ہے یہ بے سروسامانی
دل خانہ بدوشوں کا اُجڑا ہوا ڈیرا ہے

سانسوں سے سبک ہو کر بڑھ جاتے ہیں ہم آگے
یہ پیکرِ خاکی تو اک رین بسیرا ہے

کرنیں غمِ دوراں کی تھک جاتی ہیں رستے میں
سایہ تری یادوں کا اس درجہ گھنیرا ہے

سرمایہ اصولوں کا رکھ گھر میں حیات اپنے
ہنگام بیاباں، منزل ہر موڑ لٹیرا ہے

•

(آل انڈیا ریڈیو سرینگر کشمیر سے نشر)

مطبوعہ ماہنامہ البدر، جنوری ۸۲ء کاکوری لکھنؤ

○

ترے روپ کا اُجالا مرے فن میں ڈھل گیا ہے
جو بجھا ہوا تھا کب سے وہ چراغ جل گیا ہے

نہ کھلے مرے چمن میں تری آہٹوں کے غنچے
کبھی وقت مجھ سے روٹھا کبھی تو بدل گیا ہے

تری مسکراہٹوں نے جو عطا کیا ہے مجھ کو
مری مسکراہٹوں میں وہی درد ڈھل گیا ہے

مرے ذوقِ جستجو نے کبھی رُخ جو اپنا بدلا
ترا جلوہ خودنمائی کے لئے مچل گیا ہے

مرے دل کے ٹوٹنے پر یہ سمجھ کے مسکراؤ
اگر آشیاں جلا ہے تو چمن بھی جل گیا ہے

یہ گداز ہے وفا کا، کہ اثر ہے التجا کا
میں حیات سن رہا ہوں وہ صنم پگھل گیا ہے

●

(آل انڈیا ریڈیو جموں [illegible] کے مشاعرے سے نشر)

مقابل اپنے حقیقت کا آئینہ رکھنا
اندھیری رات میں دروازہ مت کھلا رکھنا

یہ سوز و کرب مجھے تجربوں نے بخشا ہے
جلانا شمع تو دامن سے فاصلہ رکھنا

خود اپنے واسطے بہتر جسے سمجھتے ہو
وہی سلوک مرے واسطے روا رکھنا

نہ توڑی اس لئے میں نے سکوت کی زنجیر
ابھی ہے ان سے تخاطب کا سلسلہ رکھنا

نقاب چہرے کی ڈالے ہوئے ہے ہر کھائی
درست اپنی نگاہوں کا زاویہ رکھنا

فصیل شہر انا گر شکستہ ہونے والا ہوں
اسی طرح یہ تعلق کا سلسلہ رکھنا

میں کر رہا ہوں مکمل حیات کا پیکر
جس کا کوئی بھی پہلو نہ تم اٹھا رکھنا

○

غیر کی مانند اپنا قتل خود دیکھا کئے
چند قطروں کے لئے دریا کو ہم تجا کئے

جسم کے فانوس میں پگھلا کیا اپنا وجود
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹا کئے

اے زمانے آج اُن سے آگئی پردہ داریاں
مدتوں جو بن کے آئینہ تجھے دیکھا کئے

دھوپ نے فصلوں کے دروازے مقفل کر دیے
اور یہ ساون کو کھیتوں کے لان پر برسا کئے

نا آشنا شیوہ ہیں اب بھی ان کتابوں کے ورق
عمر بھر ہم جن کی تشریحات میں اُلجھا کئے

اے حیات آئینہ خانے میں مقید ہو کے ہم
اپنے کو دیکھا کئے اپنے لئے سوچا کئے

(مطبوعہ ماہنامہ تعمیر ہریانہ چنڈی گڑھ)

Scanned with CamScanner

کرب، یاس، تنہائی، شعر، جام یاد آئے
اک تجھے بھلانے کو کتنے نام یاد آئے

ضبط کر دیا ہم نے دن تو خواب بُننے میں
جب ہوئے اسیرِ شب سارے کام یاد آئے

آئینہ ہوا جب بھی عکس دورِ حاضر کا
تشنہ کام یاد آئے خالی جام یاد آئے

دل کے ساتھ منظر بھی زاویے بدلتا ہے
چہرۂ سحر دیکھیں زلفِ شام یاد آئے

ہو گیا ادھورا پن اتنا ذہن پر حاوی
جتنے قصے یاد آئے نا تمام یاد آئے

لی دھنک نے انگڑائی جب فضا کی باہوں میں
ابھی مسکرا اُٹھا مجھ سلام یاد آئے

(مطبوعہ ماہنامہ پرواز ادب پٹیالہ)

○

جہاں کے تلخ حقائق سے جو کبیدہ رہے
وہ جستجوئے مسرت میں آب دیدہ رہے

زمیں سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھا نہ سکیں
بہار میں بھی وہ پودے خزاں رسیدہ رہے

جو خود سری میں ترے در کے معترف نہ تھے
نہ جانے کتنے دروں پر وہ سر خمیدہ رہے

کھنچا ہوا ہے زمانہ تو اس میں حیرت کیا
بچھڑ کے تجھ سے خود اپنے سے ہم کشیدہ رہے

چکا سکے نہ کبھی قیمت اک تبسم کی
چمن میں غنچہ و گل ہمیشہ زر خریدہ رہے

انہیں نوازا تھا جوہر شناس نظروں نے
وہ ذرے خاک کے جو آسماں رسیدہ رہے

حیات جب غم جاناں ہے مقصد ہستی
زباں پہ عشرت دوراں کا کیوں قصیدہ رہے

(مطبوعہ ماہنامہ قومی راج بمبئی)

○

کہنے والے زخمی ہیں سننے والے گھائل ہیں
تیرے پیار کے دنیا کس قدر مسائل ہیں

مصلحت نے بخشی ہے دوہری شخصیت ہم کو
دوستی کے قائل ہیں دشمنی پہ مائل ہیں

خشک لب زمینوں سے کس طرح ملیں بادل
موسموں کی دیواریں راستوں میں حائل ہیں

عقل کی کمانوں میں تیر جوڑ کر آئے
ہم شکار کی دھن میں خودکشی پہ مائل ہیں

جستجو ہی فن کی ارتقا کا محور ہے
ہم بھی اس سفر کے لیے حیات قائل ہیں

(۲۱ آل انڈیا ریڈیو سرینگر کشمیر سے نشر)

تیرے غم کے سائے میں گر نہ بس گئے ہوتے
زیست کی تمازت سے ہم جھلس گئے ہوتے

منکشف جو ہو جاتا راز اپنی ہستی ..... کا
ایک مسکراہٹ کو لب ترس گئے ہوتے

نبض پیاسی دھرتی کی ڈوبنے سے بچ جاتی
یہ گھنیرے بادل جو کل برس گئے ہوتے

روشنی محبت کی ہم نے بخش دی ورنہ
زندگی کو نفرت کے ناگ ڈس گئے ہوتے

موجِ آب بن جاتی تشنگی کی ہر آہٹ
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری نامرادی بھی زندگی ہے یاروں کی
ورنہ آگ میں اپنی وہ جھلس گئے ہوتے

•

(مطبوعہ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ)

○

تیرے غم کے سائے میں گر نہ بس گئے ہوتے
زیست کی تمازت سے ہم جھلس گئے ہوتے

منکشف جو ہو جاتا راز اپنی ہستی ...... کا
ایک مسکراہٹ کو لب ترس گئے ہوتے

نبض پیاسی دھرتی کی ڈوبنے سے بچ جاتی
یہ گھنیرے بادل جو کل برس گئے ہوتے

روشنی محبت کی ہم نے بخش دی ورنہ
زندگی کو نفرت کے ناگ ڈس گئے ہوتے

موجِ آب بن جاتی تشنگی کی سراہٹ
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری نامرادی بھی زندگی ہے یاروں کی
ورنہ آگ میں اپنی وہ جھلس گئے ہوتے

•

(مطبوعہ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ)

○

یوں تری اداؤں سے دل کا آئینہ ٹوٹے
بلبلے آب پر جیسے بن کے دائرہ ٹوٹے

ایسے ناخداؤں کو دور رکھ سفینے سے
سن کے شورِ طوفاں کا جن کا حوصلہ ٹوٹے

مصلحت کی دیواریں توڑ دے اگر انساں
درمیاں سے ہٹ جائیں اور فاصلہ ٹوٹے

میں بھی بھول جاؤں گا یاد آنے والے کو
موج اور ساحل کا پہلے سلسلہ ٹوٹے

میکدے میں ساقی کی ایک تنگ ظرفی سے
کتنے جام کتنے دل بن کے حادثہ ٹوٹے

زندگی کی منزل کا دل جو رہنما ٹھہرے
سیلِ اشک رک جائے غم کا قافلہ ٹوٹے

اب صداقت اپنی اجنبی سی لگتی ہے
ہو گئے ہیں اتنے دن خود سے رابطہ ٹوٹے

([illegible])

تو قریب سے خلوت مہک رہی ہوگی
شراب ساغرِ غم سے چھلک رہی ہوگی

وہ بات ترکِ تعلق کا جو سبب ٹھہری
وہ بات خود ترے دل میں کھٹک رہی ہوگی

یہ جھلمل شام مہکتے ہوئے پسینے سے
وہ اپنے منھ کو دوپٹے سے ڈھک رہی ہوگی

میں صبح و شام گزرتا تھا جس سے بے مقصد
وہ راہ اب بھی مری راہ تک رہی ہوگی

قلم ہے صدیوں سے مصروفِ حسن کاری میں
کہیں کہیں تیری ادا بھی جھلک رہی ہوگی

یہ بات الگ ہے میں راہوں کی جستجو میں ہوں
مری تلاش میں منزل بھٹک رہی ہوگی

حیات پھر چہک اٹھی ہے یادِ ماضی کی
ہمارے گاؤں میں پھر فصل پک رہی ہوگی

○

تم فریب کھاتے ہو ہم فریب کھاتے ہیں
قہقہوں کے دامن میں دونوں غم چھپاتے ہیں

جان بوجھ کر ساقی ہم جو لڑکھڑاتے ہیں
طنز کرنے والوں کا ظرف آزماتے ہیں

غیر پختہ رنگوں سے مت رنگو لباسوں کو
رُت بدلتے ہی یارو یہ بھی چھوٹ جاتے ہیں

احتیاط سے پھینکو سنگ بدگمانی کے
دوستی کے آئینے ان سے ٹوٹ جاتے ہیں

بھر کے ساغرِ فن میں ان کی شوخ اداؤں کو
اے حسیں غزل تیرا بانکپن بڑھاتے ہیں

پوچھتا ہے جب کوئی حال اے حیات اپنا
آنکھیں بھیگ جاتی ہیں ہونٹ مسکراتے ہیں

(آل انڈیا ریڈیو سے نشر، ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ۔ مطبوعہ
ماہنامہ تعمیر ہریانہ چنڈی گڑھ)

اِس کی فضاؤں میں یاس کی اُداسی ہے
مئے جامِ عشرت ہے پھر بھی روح پیاسی ہے

جو تلاشِ حق جس کو ڈھونڈے خود اپنے کو
خود شناس ہو جانا اصل حق شناسی ہے

جن حسیں زمانے کی آرزو ہے صدیوں سے
وہ حسیں زمانہ تو آج بھی قیاسی ہے

دھوپ چھاؤں دونوں ہی ہیں علامتِ ہستی
پھر یہ کیسی مایوسی، کس لیے اُداسی ہے

اے حسیات بدلا ہے وقت نے جو رُخ اپنا
آج ان نگاہوں میں ایک التجا سی ہے

(مطبوعہ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ)

○

ذرا ٹھہر ابھی ساقی سے جام لیتے ہیں
غمِ زمانہ ابھی انتقام لیتے ہیں

گماں ہوتا ہے کچھ اور سننے والوں کو
اس احتیاط سے کیوں میرا نام لیتے ہیں

انھیں کے حصے میں آتا ہے جامِ تشنہ لبی
جو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے جام لیتے ہیں

حیات چل کے اکیلے وفا کی راہوں پر
ہم اپنے آپ سے خود انتقام لیتے ہیں

(مطبوعہ ماہنامہ نخلستان ادب ہاپوڑ)

خراجِ گردشِ دوراں کو یوں دیا جائے
ہوائے گرم کو بادِ صبا کہا جائے

غموں کا زہر ہے زندگی کا سرمایہ
مسرتوں کا اگر تجزیہ کیا جائے

ہے توڑنا کسی صورت غرورِ طوفاں کا
کنارے لا کے سفینہ ڈبو دیا جائے

بہا کے لے گیا سیلاب وقت کا ان کو
جو بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے

سلوکِ اہلِ وفا دیکھ کر یہ سوچا ہے
خود اپنے آپ کو اب بے وفا کہا جائے

پرکھ لو جس کو بھی حالات کی کسوٹی پر
وہ نقشِ پا کی طرح ساتھ چھوڑتا جائے

حیاتِ انساں کی کشمکش تا حیات رہتی ہے
وہ فیصلہ کہ جو عجلت میں کر لیا جائے

Scanned with CamScanner

سیلِ اشکباری ہے موجِ بیقراری ہے
درد کا سمندر اب زندگی ہماری ہے

فکر کے دریچے بھی کھولتا نہیں کوئی
آج ذہنِ انساں پر اتنا خوف طاری ہے

ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئینہ
اپنے ہی گناہوں سے ہم کو شرمساری ہے

اُن کو بھول جائیں ہم مشورہ ہے یاروں کا
جذبۂ محبت کیا اتنا اختیاری ہے

سب کو جلتے دیکھا ہے اپنی آگ میں لیکن
ہم نے بن کے پروانہ زندگی گذاری ہے

•

(ٹیلیویژن سرینگر کشمیر کے مشاعرے
سے ٹیلی کاسٹ)

Scanned with CamScanner

ہر صبح نکلتے ہیں ہر شام کو ڈھلتے ہیں
سورج کی طرح ان کے انداز بدلتے ہیں

شاید کسی راہی کو سائے کی ضرورت ہو
اس واسطے یارو ہم دھوپ میں چلتے ہیں

یہ رات کی تاریکی قاصد ہے سویرے کی
جذبے کی حرارت سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

احساس و عمل دونوں ہیں دشمن جان و دل
پروانے بھی جلتے ہیں دیوانے بھی جلتے ہیں

نظریں نہ اٹھانا تم اندیشۂ طوفاں ہے
موجوں کی طرح دل کے جذبات مچلتے ہیں

چہروں کے تغیر کا احساس نہیں ہم کو
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئینے بدلتے ہیں

منزل نے حقیقت ان کے خود بڑھ کے قدم چومے
منزل کا تعین لے کر جو گھر سے نکلتے ہیں

([illegible])

لمس بیتے لمحوں کا گدگدا رہا ہوگا
غنچہ بے خیالی میں مسکرا دیا ہوگا

میرا تذکرہ جب بھی غیر سے سنا ہوگا
خود تمہارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہوگا

جس کو کہہ کے دیوانہ مارتے تھے پتھر
اس کے ہاتھ میں شاید آئینہ رہا ہوگا

ہے تمہارے چہرے پر کیوں حجاب کی شبنم
اپنے آپ کو ہم نے بے وفا کہا ہوگا

اس کے بعد تم خود کو پہروں ڈھونڈتے ہوگے
جب کوئی پتہ میرا تم سے پوچھتا ہوگا

دیکھتے ہو حیرت سے کیوں حیات کا دامن
مصلحت کے کانٹوں سے یہ الجھ گیا ہوگا

•

(آل انڈیا ریڈیو کلکتہ سے نشر)

Scanned with CamScanner

ہر گذرتے لمحے نے یہ پیام چھوڑا ہے
ان گنت مسائل ہیں اور وقت تھوڑا ہے

سیم و زر سے ملتی ہے عظمتوں کی تابانی
ہم سے کچھ فقیروں نے یہ طلسم توڑا ہے

کل اسی کے آنگن میں صبح مسکرائے گی
آج کے تقاضوں سے جس نے رشتہ جوڑا ہے

ہم کریں شکایت کیا اُس پہ اور پیار آیا
اُس نے آئینہ دل کا اس ادا سے توڑا ہے

اور سونے والوں کی نیند ہو گئی گہری
دھوپ کی تمازت نے جسقدر جھنجھوڑا ہے

کیوں ہراس طاری ہے خوشگفتہ غنچوں پر
اے حیات پھولوں کا کس نے رس نچوڑا ہے

(آل انڈیا ریڈیو جبل پور اور رائے پور سے نشر)

○

داستانِ فطرتِ ہر بے ظرف کی کہانی ہے
جتنا اُتھلا دریا ہے اتنا تیز پانی ہے

پھر سے کھلنے والا ہے کوئی تازہ گل شاید
باغباں کی پھر ہم پر خاص مہربانی ہے

زخم کھاتے رہتے ہیں مسکراتے رہتے ہیں
ہم وفا شناسوں کی یہ ادا پرانی ہے

برف بن گئے ارماں منجمد ہوئے جذبے
زیست کے سمندر میں کتنا سرد پانی ہے

عقل کب سے بھٹکی ہے نفرتوں کی وادی میں
پیار کی مگر اب بھی دل پہ حکمرانی ہے

اپنے سائے سے ہم خود اے حیات ڈرتے ہیں
عظمت کی دنیا میں اتنی بدگمانی ہے

●

(مطبوعہ ماہنامہ تعمیر ہریانہ، چنڈی گڑھ)

Scanned with CamScanner

○

جو میکدے میں بہکتے ہیں لڑکھڑاتے ہیں
مرا خیال ہے وہ تشنگی چھپاتے ہیں

ذرا سا وقت کے سورج نے رُخ جو بدلا ہے
مرے وجود پہ کچھ سائے مسکراتے ہیں

طلسمِ ذات کی پھیلی ہے تیرگی اتنی
کہ وسعتوں کے اُجالے سمٹتے جاتے ہیں

ستم ظریفیٔ حالات کا کرشمہ ہے
بھٹکنے والے مجھے راستہ بتاتے ہیں

جنھیں حیات شعورِ حیات حاصل ہے
فریب دیتے نہیں ہیں فریب کھاتے ہیں

آل انڈیا ریڈیو سری نگر سے نشر، مطبوعہ، قومی راج بمبئی

Scanned with CamScanner

○

حسرتوں کی محفل میں عمر یوں گذار آئے
بے قرار ہو بیٹھے تھے اٹھ کے بیقرار آئے

خود ضمیر اپنے غیر مطمئن ہیں جو
کیا مری وفاؤں کا ان کو اعتبار آئے

جو خوشیوں کو بھی بخشتے ہیں گویائی
ان لطیف لمحوں کو ہم کہاں گذار آئے

ان کے لب یوں ساکت ہیں جیسے خشک پنکھڑیاں
جو دعائیں کرتے تھے موسمِ بہار آئے

جستجو کی منزل میں وہ مقام آیا ہے
جس جگہ خود اپنے پر آدمی کو پیار آئے

بازگشت رقصاں ہے اپنی ہی صداؤں کی
ہم حیات کو جا کر ہر طرف پکار آئے

آل انڈیا ریڈیو جموں سے نشر

Scanned with CamScanner

محدود نگاہی کے صنم ٹوٹ رہے ہیں
تاریک اُجالوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

اس دور کی بدلی ہوئی رفتار کا عالم
شیشوں کی طرح نقشِ قدم ٹوٹ رہے ہیں

تشنہ ہے مرا جام تو کچھ غم نہیں ساقی
یہ غم ہے کہ رندوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

اس راز کو اربابِ سیاست سے نہ پوچھو
کیوں رابطۂ دیر و حرم ٹوٹ رہے ہیں

یہ زیست ہے یا ریت کا کمزور گھروندا
بن بن کے یونہی صدیوں سے ہم ٹوٹ رہے ہیں

حالات کا یہ رُخ بھی حیات آپ سمجھ لیں
کیوں ظلم باندازِ کرم ٹوٹ رہے ہیں

الہ آباد یونیورسٹی

Scanned with CamScanner

تجھ سے نظر ملی ترے پیکر میں کھو گئے
ہم روشنی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

نکلے حرم سے صنعتِ آزر میں کھو گئے
دن سے بچے تو رات کے منظر میں کھو گئے

وہ رند جن سے جرأتِ رندانہ چھن گئی
وہ تشنگی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

گھیرے ہیں ہر طرف سے مسائل کی ناگنیں
جذبے ہمارے زیست کے دفتر میں کھو گئے

موسم کے گرم و سرد کا احساس کیا نہیں
جو اپنے گھر میں شام سے بستر میں کھو گئے

کتنے ہی چاند اس اُفقِ کائنات سے
حالات و حادثات کی چادر میں کھو گئے

○

گل کے حسن سے خود کو نکھارتے جائیں
دلوں میں پیار کا جذبہ ابھارتے جائیں

خلوص و عشق کی تابانیاں عطا کر کے
جمالِ روئے بشر کو نکھارتے جائیں

یہ سوچ کر چلے آئے ہیں بزمِ ہستی میں
کبھی جو قرض لیا تھا اتارتے جائیں

طلسمِ تیرہ شبی ٹوٹنے ہی والا ہے
یقینِ صبح لئے شب گزارتے جائیں

ہم اس خیال سے خود کارواں کے پیچھے ہیں
جو سو گئے ہیں انہیں بھی پکارتے جائیں

حیات ان کی تباہی میں کس کو شک ہوگا
جو جیتنے کی تمنا میں ہارتے جائیں

(مطبوعہ ماہنامہ "پاسبان" جنت نگر)

ہوس و عشق میں اک جنگ رہی ہے برسوں
اہلِ الفت پہ زمیں تنگ رہی ہے برسوں

تیری نظروں سے ہم آہنگ رہی ہے برسوں
زندگانی مئے گلرنگ رہی ہے برسوں

اک نظر دیکھا تھا فطرت کا وہ شہکارِ جمیل
چشمِ نظارہ مگر دنگ رہی ہے برسوں

اے غمِ دوست تجھے اپنا بنانے کے لئے
غمِ دوراں سے مری جنگ رہی ہے برسوں

آج تم ہو تو ہر اک ذرہ کشادہ دل ہے
یہی دنیا روشِ تنگ رہی ہے برسوں

کبھی دیدار کی لذت کبھی فرقت کے الم
زندگی مثلِ گل و سنگ رہی ہے برسوں

مطبوعہ ماہنامہ آجکل دہلی

Scanned with CamScanner

○

آئینے سے ہم شکوۂ بیداد کریں کیا
حیراں ہیں کہ خود اپنے سے فریاد کریں کیا

موسم کی طرح روز بدل جاتے ہیں چہرے
اے محفلِ ہستی تجھے آباد کریں کیا

ہے مشورہ احباب کا ہم ان کو بھلا دیں
اب تو ہی بتا اے دلِ ناشاد کریں کیا

مدت ہوئی لوٹے نہیں یادوں کے پرندے
جو بھولے ہیں خود کو وہ تجھے یاد کریں کیا

ہم خود ہی طلسمِ ہوس و حرص میں گم تھے
بتلائے کوئی شکوۂ صیاد کریں کیا

ہے پیاس سے احساسِ حیات آج بھی زخمی
اے ساقیٔ میخانہ تجھے یاد کریں کیا

•

Scanned with CamScanner

○

جب طویل ہوتے ہیں انتظار کے سائے
خود سمٹنے لگتے ہیں اعتبار کے سائے

تم خزاں رسیدوں کو مسکرا کے مت دیکھو
مستقل نہیں ہوتے یہ بہار کے سائے

آئینہ محبت کا جب سے ہم نے توڑا ہے
ذہن پر مسلط ہیں انتشار کے سائے

دھوپ بدگمانی کی سرد ہو گئی خود ہی
اس قدر گھنیرے ہیں اعتبار کے سائے

ڈوبتا ہوا سورج آئینہ دکھاتا ہے
عارضی ہیں دنیا میں اقتدار کے سائے

قتل گاہِ ارماں تک لے حیات پھر چلیے
دل تلاش کرتا ہے پھر قرار کے سائے

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے نشر

○

خود سے ملنے کے لئے بھیس بدل کر جانا
آئینہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا

ایک پروانے کے جل بجھنے کا حاصل معلوم
بزم سے شمع کی مانند پگھل کر جانا

میرا مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں
ورنہ دشوار نہ تھا راہ بدل کر جانا

وادیٔ لمس میں بسا ہو جو مہک سانسوں کی
موجِ صہبا کی طرح جام میں ڈھل کر جانا

نبضِ کونین کی دھڑکن ہے عمل کی آہٹ
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دامنِ فقر میں سایہ ہے جہانگیری کا
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں جل کر جانا

اے حیات اپنے ہی احساس نے بڑھنے نہ دیا
کتنا آسان تھا گرتوں کو کچل کر جانا

(مطبوعہ [illegible])

پندارِ التفات و کرم توڑ کیوں نہ دیں
ہم سوچتے ہیں شیشۂ غم توڑ کیوں نہ دیں

ٹپکا ہے جن سے دامنِ انسانیت پہ خوں
اے ساتھیو، ہم ایسے قلم توڑ کیوں نہ دیں

ظالم کا ظلم سہنا بھی تائیدِ ظلم ہے
آؤ حصارِ ظلم و ستم توڑ کیوں نہ دیں

جب میکدے میں چلنے لگے دورِ مصلحت
پیمانۂ سکوت کو ہم توڑ کیوں نہ دیں

مدت سے روحِ امن و محبت اسیر ہے
یارو طلسمِ دیر و حرم توڑ کیوں نہ دیں

پیغام دے رہے ہیں اُجالے حیات کے
ہمت سے تیرگی کا بھرم توڑ کیوں نہ دیں

(مطبوعہ روزنامہ قومی آواز لکھنؤ)

Scanned with CamScanner

الفت فریب، دیدۂ پُرنم فریب ہے
اے دوست ربطِ شعلہ و شبنم فریب ہے

چاہت، وفا، خلوص، بس اب رہنے دیجئے
چاہت، وفا، خلوص، منظم فریب ہے

مرجھا گیا ہے خود ہی کنول اعتماد کا
محسوس جب ہوا کہ ترا غم فریب ہے

سورج سے کیا ملے گا تمازت کے ماسوا
تم اور میرے زخم کا مرہم فریب ہے

وہ پیکرِ جمیل کہ دنیا کہیں جسے
اہلِ وفا کے حق میں مجسم فریب ہے

غنچوں کا دل نہ ٹوٹے کہیں اس خیال سے
کہتا نہیں ہوں گریۂ شبنم فریب ہے

جھوٹی ہنسی ہے دوست لبوں پر حیات کے
یہ عارضی سکون کا عالم فریب ہے

Scanned with CamScanner

○

جب بھی ان نگاہوں میں جلوۂ کرم جاگے
اَن گنت ستم جاگے بے شمار غم جاگے

اک چراغ وعدے سے بزم میں اُجالا تھا
ساتھ تیری یادوں کے ساری رات ہم جاگے

سو رہے تھے آغوشِ سنگ میں جو مدت سے
فن کی آہٹیں سن کر وہ حسیں صنم جاگے

چند لمحے سوئے تھے گیسوؤں کے سائے میں
اس کے بعد اے یارو ساری عمر ہم جاگے

ساز اس کا ٹوٹا گیت ہو گئے زخمی
جب سے آدمی سویا دیر اور حرم جاگے

اب نظامِ میخانہ اے حیات بدلے گا
پھر سے کروٹیں لے کر کہکشانِ غم جاگے

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے نشر)

Scanned with CamScanner

کتابِ زیست سمجھنے کا جو ارادہ کرے
وہ تجرباتِ گذشتہ سے استفادہ کرے

جو شخص چاہے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے
قیام تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

اسیر ہو نہیں سکتا ہے پیار کا جذبہ
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے ارادہ کرے

سمیٹ سکتا ہے بکھری ہوئی مسرت کو
جو اپنے دامنِ احساس کو کشادہ کرے

جو زندگی کی حقیقت سے چاہتا ہو فرار
فنا بن کے رہے خود کو نذرِ بادہ کرے

طلب ہے گل کی تو خاروں سے اجتناب کرو
وہ جس کو چاہے اسی پر ستم زیادہ کرے

حیات خواب ہے اور خواب کا بھروسہ کیا
تمہیں بتاؤ کہ انسان کیسے وعدہ کرے

آہ بے گانۂ اثر تو نہیں
وہ بھی اب مجھ سے بیخبر تو نہیں

سونی سونی پڑی ہے بزمِ جہاں
منتظر سب ہیں منتظر تو نہیں

راستے کر رہے ہیں سرگوشی
جذبہ پابندِ راہبر تو نہیں

کاٹ دیں اک امیدِ فردا پر
زندگی اتنی مختصر تو نہیں

صرف گردِ سفر ہے اے یارو
کہکشاں ان کی رہگذر تو نہیں

جانے کب ٹوٹ جائے تارِ نفس
رشتۂ عمر معتبر تو نہیں

اے حیاتؔ آئینہ ہوں کیا جلوے
سب یہاں صاحبِ نظر تو نہیں

Scanned with CamScanner

پیار، ایثار، قناعت ہیں خزانے میرے
مجھ کو جی بھر کے نوازا ہے خدا نے میرے

میں نے گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھالا کیوں تھا
بس اسی جرم میں کاٹے گئے شانے میرے

پھیل سکتا تھا میں خوشبو کی طرح گلشن میں
مجھ کو محدود کیا عہدِ وفا نے میرے

جو چھپائے تھا تبسم کے نہاں خانوں میں
لٹ گئے وقت کے ہاتھوں وہ خزانے میرے

مصلحت کوشی سے دم گھٹتا ہے اب اے دنیا
مجھ کو لوٹا دے خیالات پرانے میرے

غم کے شعلوں میں مگن تھا میں سمندر کی طرح
رات بھر روتی رہی شمع سرہانے میرے

(لکھنؤ ٹیلی ویژن سینٹر سے ٹیلی کاسٹ

Scanned with CamScanner

کسی کتاب سے ٹوٹے ہوئے ورق کی طرح
ہے بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح

ہیں آج سارے قیافہ شناس حیرت میں
ہر ایک چہرہ ہے اب جملۂ ادق کی طرح

نہ اپنے ساتھ اُجالا ہے اور نہ تاریکی...
بکھر گئے ہیں فضاؤں میں ہم شفق کی طرح

صدا بھٹکتی رہی قہقہوں کے جنگل میں
میں اپنا حال سُناتا رہا سبق کی طرح

حیات کیسے اُبھرتے نقوشِ ہستی کے
وہ اپنا رنگ بدلتا رہا افق کی طرح

Scanned with CamScanner

ارماں کے غم، فراق کے غم، زندگی کے غم

بن کر شراب سب مرے ساغر میں ڈھل گئے

مسرت

میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا
یعنی جنت سے میں دنیا میں چلی آئی تھی
میری تخلیق کا باعث ہے تمھاری ہستی
مجھ سے ہے پیار تمھیں میں بھی تمھیں چاہتی ہوں
پھر یہ دوری یہ فراق اور یہ گھٹن کیسی ہے
میں تو سائے کی طرح ساتھ ہوں آگے پیچھے
جستجو میں مری صدیوں سے پریشاں ہو تم

کبھی محلوں کبھی کوٹھی کبھی ایوانوں میں
اور کبھی جسم کے تاریک سیہ خانوں میں
مادیت کے حصاروں میں کبھی سرگرداں
سیم و زر لعل و جواہر کی طلب میں حیراں
کبھی طاقت کی حکومت کی ہوس میں غرقاب

کبھی خواہش کہ زمانے خدا کہلاؤ
تم مری کھوج میں خود اپنا پتہ بھول گئے
تم نے نفرت کو بنایا ہے محبت کا بدل
جنگ کے پھول سجا رکھے ہیں گلدانوں میں
بے ضمیری نے تمہاری مجھے بیچا ناکب
مادہ کر نہیں سکتا ہے کبھی مجھ کو اسیر

میری تخلیق کا باعث ہوا سی باعث میں
آخری بار صدا دینے چلی آئی ہوں
میں قناعت کے حسیں شہر کی شہزادی ہوں
تم مجھے حرص کے صحرا میں کہاں پاؤ گے
جب غلط راہ چلو گے تو بھٹک جاؤ گے
کیا سمندر سے کوئی پیاس بجھا پایا ہے

مجھ سے ملنا ہے تو پھر لوٹ چلو گھر کی طرف
گھر کے آنگن میں تمہیں کھیلتی مل جاؤں گی
میں ہوں خدمت میں محبت میں اصولوں میں نہاں
دلِ انساں میں مری انجمن آرائی ہے
میں مسرت ہوں مجھے روک سکو تو روکو
اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز ہوں میں
میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا

(مطبوعہ زبانِ ہند کانپور)

Scanned with CamScanner

اقبالؒ

تیری فکرِ جمیل سے روشن
علم اور فن کا آئینہ خانہ
تو نے احساس کی گدازی سے
شمع کو بخشا سوزِ پروانہ

تیرے سازِ خودی پہ رقصیدہ
شعلۂ عزم رفعتِ کردار
بالِ جبریل اور بانگِ درا
فن کی معراج فکر کا شہکار

تیری ضربِ کلیم سے لرزاں
ظلمتِ غم فضائے تیرہ شبی
تیرے شاہیں کی قوتِ پرواز
کہکشاں جس کی گردِ راہ بنی

Scanned with CamScanner

تیرے احساس کی بلندی نے
زندگی کا شعور بخشا ہے
تیرے اخلاص کے اُجالوں نے
آدمیت کو نور بخشا ہے

آشنا ہے مقامِ انساں سے
رزم گاہِ عمل کا غازی ہے
تیرے میخانۂ محبت میں
جامِ ہندی ہے مئے حجازی ہے

(مطبوعہ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ)

Scanned with CamScanner

تُلسیؔ

"رام چرت مانس" کے رچیتا
بابا تلسی زندہ باد!

جوڑ کے اپنے قلم سے رشتہ شبدوں کو سمان دیا
کوی کو تم نے مان دیا کویتا کو جیون دان دیا
بابا تلسی زندہ باد!

تم سے خوبصورت تم سے پاون جیون کی انگنائی ہے
مریادا پرشو تم سے تم نے مریادا پائی ہے
بابا تلسی زندہ باد!

حُسن تمہارا پردے میں مت سے تم نے جلوہ عام کیا
رام نے تم کو عزت بخشی تم نے رام کو رام کیا
بابا تلسی زندہ باد!

Scanned with CamScanner

صدیوں سے ساہتیہ جگت پر راج ہے اک سنیاسی کا
جس کی کلا نے بھگتوں کا بھگوان سے ناطہ جوڑ دیا

بابا تلسی زندہ باد!

ایسا دیپ جلایا ہے جو من آنگن چمکائیگا
جتنی صدیاں گزریں گی اجیارا بڑھتا جائیگا

"رام چرت مانس" کے رچیتا
بابا تلسی زندہ باد!

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے نشر۔ مطبوعہ روشنی اور خوشبو)

Scanned with CamScanner

تلاش

اعلیٰ قدریں
سو رہی ہیں مصلحت کی سیج پر
دل کے آنگن میں
مہکتا ہی نہیں کوئی گلاب
ہو گئے تحلیل جذبے آتشِ حالات سے
عقل نے ذرات کو
کر دیا ہے ماہ و انجم آشنا
کھل رہے ہیں روز ایجادات کے تازہ ورق
بڑھ رہی ہیں روشنی کی وسعتیں
بکھری ہیں چاروں طرف پرچھائیاں
کچھ سسکتی رینگتی کچھ دوڑتی پرچھائیاں

اور ہم
پرچھائیوں کی بھیڑ میں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اپنے آپ کو
کھو گیا ہے روشنی کی گرد میں
آج خود اپنا وجود!

Scanned with CamScanner

دائرے

○

آدمی
آدمی کے سامنے
حرص کا ہے ایک صحرائے عظیم
جس میں ہر اک گام پر
خود نمائی خود فریبی کے سراب

○○

پیاس
پیاس کا احساس
خشک لب ہے کائناتِ رنگ و بو
دردِ ضمیر کی علامت
تشنگی ہے سر برہنہ دہر کے بازار میں

○○○

زندگی
زندگی کے دائرے
کینوس پر وقت کے
ٹوٹتے بنتے بگڑتے دائرے
آدمی ہر دائرے کو توڑ دینا چاہتا ہے، پیاس بڑھتی جا رہی ہے!

احساس

○

میری تخئیل کی معراج مری جانِ غزل
روحِ جذبات، تمناؤں کی تابندہ کنول
تو نے جب توڑ دیا دل کا حسیں تاج محل

اب مجھے یاد نہ آ

میں نے ویرانۂ فرقت میں قدم رکھا ہے
دل میں حسرت ہے نہ اب سر میں کوئی سودا ہے
تیرگیٔ غم ہے اور یاس کا سناٹا ہے

مجھ کو واپس نہ بلا

وادیٔ شوق کی پُرخار بہاروں کی قسم
عشقِ ناکام و غمِ ہجر کے ماروں کی قسم
اپنی پلکوں پہ چمکتے ہوئے تاروں کی قسم

تو مجھے بھول بھی جا

Scanned with CamScanner

ذہن ویران، شکستہ ہوا آہنگِ خیال
اب نہ دیدار کی حسرت نہ تمنائے وصال
میری نظروں میں برابر ہے جمال اور جلال
اب مرے پاس نہ آ

تو نے جب دامنِ رنگیں نظری کو چھوڑا
میں نے بھی کاسۂ دریوزہ گری کو توڑا
یعنی بڑھتے ہوئے سیلابِ جنوں کو موڑا
عشق خوددار ہوا

جن کی نکہت سے معطر تھے محبت کے چمن
وہی لمحات ہیں پہنے ہوئے یادوں کے کفن
اب تصور کی حسیں چھاؤں نہ دل کی دھڑکن
سازِ دل ٹوٹ گیا

دہر کی بھیڑ میں یوں ہاتھ ترا چھوٹ گیا
بلبلہ جیسے نمودار ہوا پھوٹ گیا
اک ذرا ٹھیس لگی شیشۂ دل ٹوٹ گیا
خیر اچھا ہی ہوا

دل کے ہر زخم کو سینے کا سلیقہ ہے مجھے
مئے آلام کے پینے کا سلیقہ ہے مجھے
یعنی ہر حال میں جینے کا سلیقہ ہے مجھے
سوچ انجام ذرا

(مطبوعہ ماہنامہ شمع دہلی)

کشمیر

(جسے دیکھ کر ہر بار ایک نئے پن کا احساس ہوتا ہے)

○

ارضِ کشمیر اے حُسنِ فطرت کی جاں
تیرا گلزار ہے بے نیازِ خزاں
دیکھ کر تجھ کو اے مرکزِ گلرخاں
فکرِ شاعر کو آتی ہیں انگڑائیاں
رہ گذاروں پہ تیری یہ کہکشاں
مانگ جیسے نکالے ہوئے گوریاں
ڈل کی آغوش میں تیری کشتیاں
جس طرح محوِ گل گشت شہزادیاں
اتنی دلکش ہے شیریں ہے تیری زباں
جیسے شفاف جہلم کی موجِ رواں

Scanned with CamScanner

آبشاروں کے نغموں کی وہ دلکشی
ہر طرف جیسے بجتی ہوں شہنائیاں
بادلوں کی ردائیں ہیں اوڑھے ہوئے
کوہساروں کی تیرے حسیں وادیاں
نیند آجائے فرقت نصیبوں کو بھی
یوں سناتی ہے بادِ صبا لوریاں
دیکھ کر تیرے گل مرگ کی دلکشی
حسنِ فطرت بھی لیتا ہے انگڑائیاں
اس طرح وادیاں تیری گل پوش ہیں
جیسے شالوں میں لپٹی ہوئی دیویاں
میں نے حیرت سے دیکھا پہلگام میں
بجلی چاندی کا بہتا ہوا کارواں
گلشنِ بے خزاں تیری آغوش میں
پھول بھی شاداں خار بھی شاداں
صبح تیری بنارس کا منظر لئے
شام میں ہیں اودھ کی حسیں جھلکیاں
رات بکھری ہوئی زلفِ بنگال سے
دن میں دہلی کی عظمت کا جلوہ نہاں

تجھ کو جنت سے تشبیہ دینا بڑی
دیکھ کر دستِ قدرت کی فنکاریاں

(مطبوعہ ماھنامہ تعمیر سری نگر کشمیر)

Scanned with CamScanner

دیوالی

نکلی ہے جواں ہوکر بارات اُجالوں کی — نکھری ہے دلہن بنکر ہر رات اُجالوں کی
ہر سمت مہکتی ہیں کرنوں کی حسیں کلیاں — دیوالی نے بخشی ہے سوغات اُجالوں کی

پیار کے اُجالوں سے جگمگائی دیوالی — لکشمی کے چرنوں میں سج کے آئی دیوالی
اک نکھار آیا ہے زیست کے چہرے پر — روشنی کی کرنوں سے جب نہائی دیوالی
کھل اٹھی ہیں دیواریں جگمگائے دروازے — زندگی کے آنگن میں مسکرائی دیوالی
عزم کے چراغوں سے حق نے روشنی پائی — امتحاں دیا پہلے پھر منائی دیوالی
بڑھ رہی ہے ہریالی آ رہی ہے خوشحالی — سن کے ساز محنت کا گنگنائی دیوالی

اُن کی شوخ نظروں سے ساری رات بیت گئیں
اے حیات ہم نے بھی یوں جگائی دیوالی

(لکھنؤ ٹیلی ویژن سنٹر سے ٹیلی کاسٹ)

ہم

تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم

ہم نے انساں کو بخشا ہے شعور ہستی
ہم نے دنیا کو دیا درس جہاں بانی کا
ہم سے تعمیر کا فن زندہ جاوید ہوا
ساری ہماہمی ہے ہم سے
ہم، تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم

گیتا وید پران اپنشد مانس کے گیانی ہم
اور قرآن کے تابندہ اصولوں کے امیں
ہم کثرت بھی، ہم وحدت بھی
ہم، تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم

ہ ہ + م = یعنی ہندو مسلم

ہم لوگ

ہم رشتہ، ہم مشرب
ہم راہی، ہم جولی، ہم سایہ اور ہم دم
ہم نوا، ہم زباں، ہم سفر، ہم وطن
ہم تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم

اگر سیاست ہم کو بانٹے
ارضِ وطن بٹ جائے
ہم سے تم کا رشتہ ٹوٹے
انو تا مر جائے

ہم تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم

ہم کی یکجہتی سے لرزاں آدرشوں کے قاتل
اسی لئے ہے سازش
ہم کو الگ کرنے کی
لیکن فطری ہم آہنگی
ہم کو الگ نہیں کر سکتی

ہم تہذیبوں کا سنگم
اتحاد کا پرچم -

Scanned with CamScanner

رہبرِ ایشیا

(مہاتما گاندھی)

○

تو کیا کرتا تھا ہر مذہب کا دل سے احترام
تھے تری نظروں میں یکساں ساری دنیا کے عوام
دشمنوں کو بھی دیا تو نے محبت کا پیام

ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

تیری کاوش سے بڑھی ہے تابشِ انسانیت
ہند کی تاریخ میں روشن رہے گا تیرا نام
ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

Scanned with CamScanner

ساغرِ دل کو مئے الفت سے تو نے بھر دیا
جان دیکر اپنے آدرشوں کو اونچا کر دیا
اے اہنسا کے پجاری اے محبت کے امام
ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

حسن بڑھتی ہی بڑھے یہ کوشش پیہم رہی
بات تیری سب سے بالا سب سے مستحکم رہی
توڑ ڈالے تو نے سارے سامراجیت کے دام
ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

زیر دشمن کو کیا ہے عظمتِ کردار سے
تو نے جیتی ہے لڑائی صلح کے ہتھیار سے
نیک صورت نیک سیرت نیک طینت نیک نام
ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

ہے وطن آزاد زنجیرِ غلامی کٹ گئی
مہرِ آزادی ہے روشن ظلمتِ غم چھٹ گئی
یہ ہے اے باپو ترے ایثار کا سب فیضِ عام
ایشیا کے رہبرِ اعظم تجھے میرا سلام

(مطبوعہ آندھرا پردیش حیدرآباد)

Scanned with CamScanner

جواہر لال نہرو

○

روحِ امن و اماں سارے عالم کی جاں
نکہتوں کا امیں، حاصلِ گلستاں
رہبرِ کارواں، فخرِ ہندوستاں
موت کی سرد آغوش میں سو گیا
دیش کا قیمتی لال تھا کھو گیا

آج صبحِ بنارس کی آنکھیں ہیں نم
اور شامِ اودھ بن گئی شامِ غم
زلفِ بنگال میں بھی نہیں کوئی خم
شادمانی کا احساس ہی سرد ہے
چہرۂ ارضِ کشمیر بھی زرد ہے

Scanned with CamScanner

سرنگوں ہیں ایلورا کے نقشِ حسیں
تر اجنتا کی ہے دامن و آستیں
قلعۂ سرخ ہے مضمحل اور حزیں

تاج کو غم ہے اک صاحبِ فن گیا
رنگ و بوئے چمن، روحِ گلشن گیا

ہیں بہار اور گجرات بے آسرا
تو پریشاں مہاراشٹر اور آندھرا
روئے پنجاب و کیرل ہے اجڑا ہوا

ہے اڑیسہ پہ طاری سکوتِ الم
اور مدراس و آسام ہیں وقفِ غم

پیکرِ عزم و ہمت جدا ہو گیا
نازشِ آدمیت جدا ہو گیا
ترجمانِ محبت جدا ہو گیا

ہر طرف چھائی ہے یاس کی تیرگی
شمعِ ایوانِ ہندوستاں بجھ گئی

ناخدائے وطن روٹھ کر چل دیا
رونقِ انجمن روٹھ کر چل دیا
وہ بہارِ چمن روٹھ کر چل دیا

پرچمِ علم و انسانیت جھک گئے
راہ میں امن کے قافلے رک گئے

(مطبوعہ "پھولے گل" - مرتبہ نظر برنی دہلی)

محمد علی جوہر

تو اپنے قول کو عمل سے جاوداں بنا گیا
دیارِ غیر میں بھی آفتاب بن کے چھا گیا
بھٹکنے والے قافلے کو روشنی دکھا گیا

جمالِ حریت کو اپنے خون سے نکھار کے
وہ راستے بنائے بارِ زندگی اتار کے
چمن تک آ گئے جن سے ہو کے قافلے بہار کے

غلام ہے وطن یہی ملال عمر بھر رہا
وطن سے نکلیں غیر یہ سوال عمر بھر رہا
ہو سربلند قوم یہ خیال عمر بھر رہا

ترے یقین کا نور دل میں عزم بن کے ڈھل گیا
تری نوائے حق سے رنگِ میکدہ بدل گیا
بجھا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغ جل گیا

کمالِ علم و فن کا تیرے کارنامہ نام ہے
خلافت امن و آشتی کا اک حسین پیام ہے
خدا کا دوست اور مصطفےٰ کا تو غلام ہے

ترا نشانِ پا ابھر کے سنگِ میل بن گیا
ترے عمل نے روشنی کا دائرہ بڑھا دیا
ملا ہے تیری موت سے حیات کو بھی حوصلہ
بجھا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغ جل گیا

[illegible]
[illegible]

Scanned with CamScanner

بابا نانک

○

دل میں بابا نانک کا جب خیال آتا ہے
روح وجد کرتی ہے ذہن جگمگاتا ہے
ایک نور کی کرنیں سب ہیں، قول ہے اُن کا
اُس کی باتیں سبھی ہیں سچ سے وہ ملاتا ہے
اس سے غم کی تاریکی خود بچاتی ہے دامن
جو گرنتھ صاحب کی روشنی میں آتا ہے
راہِ حق اگرچہ ہے اوٹ میں گرد کی...... آ
نقشِ پائے مردانہ راستہ دکھاتا ہے
قول دے زمانے کو تیرا تیرا لکھکر
میرا میرا لکھکر کیوں مشکلیں بڑھاتا ہے
کام کرکے سنگ کھاؤ نام بھی جپو اس کا
آفتاب ننکانہ روشنی دکھاتا ہے
جو خلوص سے آئے بارگاہِ نانک میں
وہ جہاں میں جینے کا راز جان جاتا ہے
جو لگائے لَو اپنی اے حیات ست گورو سے
اس کی زندگی میں خود نور پھیل جاتا ہے

Scanned with CamScanner

دلش وندنا

○

وادیٔ ستیم، کایا شوم اور روپ سندرم ہے تیرا
آدرشوں کا سورگ ہے تو جے ہو تیری بھارت ماتا
وید پُران کے درپن میں چمکے تیرا اُجول مکھڑا
تجھ سے اپنا پر سودھرما کا جگ کو سندیش ملا
تیاگ اور کرتویہ ہے سب کچھ گیتا نے اپدیش دیا

Scanned with CamScanner

جاگی ماتو تا انگنائی تلسی نے وہ جیوتی جگائی
پرہت سرس دھرم نہیں بھائی، پرپیڑا سم نہیں ادھمائی
رام چرت مانس سے پھیلا سارے جگ میں اجیارا

کرت کرو، ونڈ چھکو پھر نام جپو سب اپنے ہیں
اوّل اللہ نور اُپایا قدرت دے سب بندے ہیں
ایک نور سے کل جگ اپجیا گورو نانک نے فرمایا

حاجی وارثؒ اور نظام الدینؒ کا تو ہے آئینہ
تو ہے شریعت اور طریقت کے پھولوں کا گلدستہ
خواجہ معین الدین نے آکر ساغر وحدت کا چھلکایا

جن گن من ادھنایک تجھ پر شردھا پشپ لٹاتے ہیں
ماتر بھومی تو ہم سب کی ہم تیرے گن گاتے ہیں
تیری ممتا کے آنگن میں جیون کا آدھار ملا

ملک محمدؐ، سور، کبیر اور رسکھان کی تو پھلواری
خسرو، غالب، میر و مومن کے فن کی ہے گلکاری
تیری کلیوں مسکانوں کو بھاشاؤں کا روپ ملا

ایسی راہ دکھا پھر ہم کو پھر بچھڑا یہ پیار ملے
لین ہوں ساگر میں سب ندیاں جل سے جل کی دھار ملے
پھر من کے سونے آنگن کو پیار کے پھولوں سے مہکا

وادی ستیم، کایا شیوم تم، اور روپ سندرم ہے تیرا
آدرشوں کا سورگ ہے تو جے ہو تیری بھارت ما

Scanned with CamScanner

بچو سنو کہانی سچی

ہوم ورک جب ختم ہوا تو کہنے لگیں غزالہ
کوئی کہانی ہمیں سناؤ میری اچھی خالہ
گڈو اور حمیرا نے بھی گھیر لیا خالہ کو
کہنے لگیں شگفتہ، روبی، اور صبوحی بیٹھو
خالہ بولیں سنو شباہت تم بھی سچا قصہ
تھا گیلان کا رہنے والا اک چھوٹا سا بچہ
تھا وہ ایسا دور کہ مشکل کام تھا پڑھنا لکھنا
علم سیکھنے کی خاطر کوسوں جانا پڑتا تھا
رخصت ہو کر اپنی ماں سے علم کا وہ پروانہ
ایک قافلہ میں شامل ہو کر وہ ہوا روانہ
اہل قافلہ کو رستے میں راہزنوں نے گھیرا
اس بچے کے پاس بھی آیا اک خونخوار لٹیرا
کیا ہے تمہارے پاس بھی کچھ فوراً بتلاؤ
بولا ڈاکو روپیہ دے کر اپنی جان بچاؤ
اعتماد سے بچہ بولا ہیں چالیس دینار
تم چاہو تو نہیں ہے مجھ کو دینے میں انکار
ہوتے گر دینار تو کیسے ہم کو یہ بتلاتا
بچے کی اس بات کو وہ بچپن کی شوخی سمجھا

لوٹ مار جب ختم ہوئی تو ہوئے وہ ڈاکو یکجا
وہ ڈاکو سردار سے بولا۔ ہے انہیں اک بچہ
میں نے پوچھا کیا ہے تمہارے پاس یہ سچ سچ بولو
اس نے کہا دینار ہیں میرے پاس جو چاہو لے لو
حکم دیا سردار نے جلدی اس بچے کو لاؤ
اس کی بات کہاں تک سچ ہے صورت تو دکھلاؤ
دیکھ کے اس بچے کو بولا وہ رہزن سردار
کیا ہے تمہارے پاس کرو تم اب اس کا اظہار
بچہ بولا سلے ہوئے ہیں صدری میں دینار
پہلے بھی اظہار کیا تھا اب بھی ہے اقرار
ڈاکو بولا اے بچے تم ہو کتنے معصوم
اگر نہ خود بتلاتے ہم کو کیوں ہوتا معلوم
تم نے اپنی سادہ لوحی سے خود روپیہ کھویا
اپنے لئے اپنے ہاتھوں سے تم نے کانٹا بویا
بچہ بولا۔ اپنی ماں سے کیا تھا میں نے وعدہ
چاہے جو کچھ ہو جائے میں جھوٹ نہیں بولونگا
روپیہ پیسہ چیز ہے کیا سردار میں سچ کہتا ہوں
میں اپنے وعدے کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں
بچے کی باتوں سے دل پر ضرب لگی وہ کاری
ڈاکو کی آنکھوں سے اشکوں کا دریا جاری
ایک کرن سے اندھیارے کا سارا جادو ٹوٹا

لوٹنے والے کو اک ننھے سے بچے نے لوٹا
سوچا یہ سردار نے دل میں ہوں کیسا انسان
مجھ کو اب تک یاد نہ آیا مالک کا فرمان
حرص و ہوس کے ہاتھوں میں نے ساری عمر گنوائی
لیکن حاصل کیا ہے اس کا بدنامی رسوائی
حکم دیا سردار نے سب کا مال ابھی لوٹا دو
میں بھی توبہ کرتا ہوں اور تم سب بھی باز آ دو
بھٹکے راہی راہ پہ آئے قلب ہوا آئینہ
اس بچے کا ہاتھ تھام کر کی سردار نے توبہ
بیچ میں آ کودی زیبا بولیں اچھا ہے یہ قصہ
اس قصے کو سن کر کوئی جھوٹ نہیں بولے گا
سچ کی کرنوں سے غم کے اندھیارے چھٹ جاتے ہیں
سچ رہبر ہو تو مشکل رستے بھی کٹ جاتے ہیں
سچائی ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے
سچائی ویرانوں میں بھی پھول کھلا دیتی ہے
محنت سے تم پڑھو لکھو اور دنیا کو پہچانو
بچو تم بھی سچ بولو ماں باپ کا کہنا مانو

نام بتا کر اس بچے کا پوری کریں کہانی
اس ننھے بچے کو کہتے ہیں عبدالقادر جیلانی

(مطبوعہ نیا دور لکھنؤ)

Scanned with CamScanner

منشی نول کشور

کل مری نظروں سے گذری ایک بوسیدہ کتاب
اس کی پیشانی پہ تھیں بیتے دنوں کی سلوٹیں
گردِ ماہ و سال سے تھا اس کا پیراہن اٹا
حاشیے تھے اس کے اک مفلس کے دامن کی طرح
دھندھلے دھندلے ہوگئے تھے اسکے سب نقش و نگار
سنگِ ناقدری سے زخمی تھی وہ عاشق کی طرح
میں نے جب کھولے ورق تو سسکیاں لینے لگی
یاد کرکے اپنے ماضی کے حسیں لمحات کو
اس کو جب اپنائیت کے لمس کی لذت ملی
جان کر ہمدرد اپنا اشک برسانے لگی
میں نے پوچھا کس کی فرقت میں بنایا ہے یہ حال
بولی میں اردو زباں ہوں پیار کا گہوارہ ہوں
مسکنِ اول ہے میرا گولکنڈہ کی زمیں
خانقاہوں اور محلوں میں ہوئی ہے پرورش
اہلِ دہلی کو کیا میری اداؤں نے اسیر
مختلف قوموں کے لب پہ پھول بن کر میں کھلی

Scanned with CamScanner

حالات کا بہاؤ مجھے لے آیا لکھنؤ
بدلا گیا یہاں مرا اندازِ گفتگو
پائے جو ہم مزاج تو جوہر مرے کھلے
برسوں میں طے ہوئے مرے صدیوں کے فاصلے
ہر ایک لفظ لہجے کے دامن میں چھن گیا
ہر اک لکھنؤ مری ٹکسال بن گیا
شامِ اودھ نے بخشی مجھے ایسی دل کشی
بزمِ لسانیات کی میں حکمراں بنی

مجھ کو اسی دیار سے اک شخصیت ملی
جس نے مرے ادب کو حیاتِ دوام دی
اس شخصیت میں میرا تکمّل رچاؤ تھا
علم و ادب سے اس کو حقیقی لگاؤ تھا
بالغ مشاہدوں کی علامت مرا وجود
اس شخصیت کا ذوقِ طباعت مرا وجود
انسانیت خلوص و شرافت کا آئینہ
تھا میری طرح وہ بھی محبت کا آئینہ
کرتی ہوں احترام و عقیدت سے میں سلام
منشی نول کشور ہے اس شخصیت کا نام

(مطبوعہ: نیا دور نول کشور نمبر لکھنؤ —)

آہنگِ نو ○

ساتھیو، دوستو اپنے وچاروں کی دھارا کو موڑ دو

دکھ کا اندھیارا چھٹ جائے سکھ کا اُجیارا چھا جائے
ناچ اٹھیں شہروں کی سڑکیں گاؤں کا گلیارا چھا جائے
اپنی محنت اور ہمت سے طوفاں کا رُخ موڑ دو

آشاؤں کی کلیاں مہکیں، ارمانوں کے پھول کھلیں
الگ الگ راہوں کے راہی آ کے اک منزل پہ ملیں
پریم کے بندھن ٹوٹ گئے ہیں ان کو پھر سے جوڑ دو

مانوتا کے سندر مکھ پر جس سے داغ نظر آئیں
جس میں عداوت کی چھایا ہو اور نفرت کی ریکھائیں
جو انساں کا روپ بگاڑے اس درپن کو توڑ دو

سورگ بنے یہ اپنی دھرتی جیون سپنے مسکائیں
جو پیاسے ہیں اک مدت سے سکھ کی مدیرا چھلکائیں
نو یگ کا سورج نکلا ہے اندھکار کو چھوڑ دو

(مطبوعہ نیا دور لکھنؤ۔ خلوص بیکلی کلکتہ)

Scanned with CamScanner

جیون گیت

گیت پیار کے گاتا چل، ساتھی قدم بڑھاتا چل

اندھیارے اجیارے دکھ سکھ کا سنگم ہے یہ جیون
پت جھڑ اور بہار، پھول اور شول سے بنتا ہے اپون
دھوپ چھاؤں سے کیا کترانا دونوں کو اپناتا چل
گیت پیار کے گاتا چل، ساتھی قدم بڑھاتا چل

دھرتی دھرم جات اور بھاشا مانو بنا نہیں کچھ بھی
اس سنسار کی ہر سندرتا مانو بنا نہیں کچھ بھی
یہ سندیش سناتا چل، مانوتا گاتا چل
گیت پیار کے گاتا چل، ساتھی قدم بڑھاتا چل

Scanned with CamScanner

جیون کی راہوں میں سنو غم کے موڑ بھی آتے ہیں
دھوپ اساڑھ کی تپتی ہے تو ساون بدرا چھاتے ہیں
رونے سے اکیلا ہوگا ساتھ لے جگ مسکاتا چل
گیت پیار کے گاتا چل ساتھی قدم بڑھاتا چل

دھیان یوں جب لہرائے گی گیان سمن کھل جائنگے
ناپ تو ساگر کی گہرائی موتی بھی مل جائیں گے
من درپن چمکاتا چل جیون جوتی جگاتا چل
گیت پیار کے گاتا چل، ساتھی قدم بڑھاتا چل

رات نراشا کی جب آئے آس کے دیپ جلا ساتھی
نفرت کے طوفان اٹھیں تو پیار کے نغمے گا ساتھی
چل سب کو اپناتا چل، راہیں نئی بناتا چل
گیت پیار کے گاتا چل ساتھی قدم بڑھاتا چل

(مطبوعہ عصر جدید کلکتہ)

نذرانۂ عقیدت

(بحضور سیدنا حاجی حافظ وارث علی شاہؒ دیوہ شریف)

○

عشق کی ضیا وارثؒ حسن کی ادا وارثؒ
عاشقِ خدا وارثؒ جانِ مصطفےٰ وارثؒ

سیرتِ صحابہؓ کی روشنی سے تابندہ
اہل بیت کا پرتو شاہِ اولیاء وارثؒ

جن کا مرکزِ رحمت سرزمینِ طیبہ ہے
بخشش و عنایت کا ہیں وہ سلسلہ وارثؒ

دین و دنیا دونوں کی نعمتوں کا گہوارہ
مخزنِ کرم وارثؒ مرکزِ عطا وارثؒ

صبر و شکر کا پیکر علم و فضل کا جوہر
تقویٰ و طہارت کی دل نشیں ادا وارثؒ

رہگذارِ دنیا سے منزلِ قیامت تک
اے حیاتؔ لب پر ہو بس صدائے یا وارثؒ

○

مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے
میخانہ سلامت ہے تو آرام بہت ہے

کیوں ہو گئیں بیگانہ مرے دل سے وہ نظریں
آجائے سمجھ میں تو یہ پیغام بہت ہے

تفریقِ گل و خار سے الجھاؤ نہ دامن
اے اہلِ چمن ہم کو ابھی کام بہت ہے

تقدیر میں میری شبِ میخانہ کہاں ہے
ہنگامِ سحر دُردِ تہہ جام بہت ہے

خود بندشِ دلکش ہے مری حسن پرستی
صیاد یہ پھولوں کا حسیں جال بہت ہے

خودداریوں پہ تشنہ لبی حرف نہ آئے
بے مانگے جو مل جائے وہ اک جام بہت ہے

امید سحر ہیچ ہے یہ جھوٹی تسلی
جا میرے لئے تیرگیٔ شام بہت ہے

اس نے بھی تو دیوانہ مجھے کہہ کے پکارا
اے بیخودیٔ شوق یہ انعام بہت ہے

اس دورِ کشاکش میں حیات آپ سمجھ لیں
اک لمحے کا ملنا ہے آرام بہت ہے

(مطبوعہ استقلال بنگلور)

چشمِ ساقی سے جو مدہوش نظر آتا ہے
غمِ دوراں سے سبکدوش نظر آتا ہے

کتنے لوگ اٹھ گئے اس بزم سے لیکن اب بھی
وہی ہنگامہ وہی جوش نظر آتا ہے

غفلتِ دل مجھے اب لائی ہے اس منزل پر
ہر نفس خوابِ فراموش نظر آتا ہے

کس نے چھیڑا ترے جلووں کا فسانہ اے دوست
ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش نظر آتا ہے

ناخدا ساتھ ہے اس پر بھی سفینہ دل کا
نذرِ طوفانِ الم کوش نظر آتا ہے

اللہ اللہ یہ اعجازِ جمالِ رخِ دوست
کہیں ظاہر کہیں روپوش نظر آتا ہے

آج میخانے میں ساقی جو نہیں ہے اے حیات
ہر سبو حسرتِ آغوش نظر آتا ہے

Scanned with CamScanner

جب تک اپنی ہستی سے آشنا رہے ہیں ہم
زیست کی حقیقت کا آئینہ رہے ہیں ہم
اس کو بے خیالی میں ایک بار دیکھا تھا
آج تک یہ عالم ہے لڑکھڑا رہے ہیں ہم
صبح و شام یکجا ہیں کیا تضادِ فطرت ہے
آزمانے والے کو آزما رہے ہیں ہم
دل میں جانی پہچانی آہٹیں بہکتی ہیں
آج اُن کو بھی شاید یاد آ رہے ہیں ہم
گرد سے بچو یارو، دور ہی رہو یارو
مصلحت کی دیواریں اب گرا رہے ہیں ہم
ناسمجھ کے ہاتھوں میں دے کے دل کا آئینہ
اپنی سادہ لوحی پر مسکرا رہے ہیں ہم
اے حیات جل جائے دامنِ خودی جس سے
اس چراغِ ارماں کو خود بجھا رہے ہیں ہم

وہ غرورِ برق وہ شعلہ نگاہی کے مزے
یاد ہیں اب تک نشیمن کی تباہی کے مزے

فرقتِ محبوب میں جن کی گذرتی ہوں شبیں
پوچھئے کچھ ان سے آہِ صبحگاہی کے مزے

صاحبِ شکر و قناعت، بندۂ صبر و رضا
فقر میں بھی لوٹتے ہیں بادشاہی کے مزے

دیکھنے ان کو چلے تھے اور وہ بھی بے نقاب
پا گئے اے حضرتِ دل کم نگاہی کے مزے

زندگی بھر کے لئے غم کی امانت بخش دی
مجھ سے پوچھو حسن کی برہم نگاہی کے مزے

خاک ساحل پر اُٹھے گی ایک دن اے ناخدا
دیکھنا میرے سفینے کی تباہی کے مزے

اے حیاتؔ اب قاتل و مقتول دونوں آئے ہیں
آئیں گے اب پیشِ داور دادخواہی کے مزے

(مطبوعہ ماہنامہ [illegible] کراچی [illegible])

نہ شبک شبک پون میں نہ گلوں کی انجمن میں
جو سکون مل رہا ہے تری یاد کی چبھن میں

جسے تیرے سامنے بھی میں نہ لا سکا زباں تک
وہ فسانۂ محبت کہوں کیسے انجمن میں

یہ بہشت ہے تو اب بھی فقط آپ کی کمی ہے
کسی روز آئیے تو مرے دل کی انجمن میں

غمِ تیرگی کے مارے کہیں جی نہ ہار دینا
کئی اور راستے ہیں ترے عزم کی کرن میں

کئی بھیس میں نے بدلے کئی دیس دیکھ ڈالے
مرے دل کو سکھ ملا ہے مگر اپنے ہی وطن میں

شبِ غم کی تیرگی کا مجھے کوئی غم نہیں ہے
تری یاد جب بھی آئی دیے جل اٹھے ہیں من میں

(مطبوعہ صفدری ادبی کلاس)

یہ اداس اداس چہرے یہ خزاں کا دور دورہ
لوں سکوں کی سانس کیسے میں بتا اس انجمن میں

آفتابِ حسن کی ضو بام و در تک آگئی
بات آخر عشق کے ذوقِ نظر تک آگئی

غیرتِ پرواز آخر اب ہے تیرا کیا خیال
اب تو گلشن میں بہاروں کی خبر تک آگئی

کچھ بضد تھا عشق، کچھ برہم تھا جلووں کا مزاج
بڑھتے بڑھتے گفتگو برق و شرر تک آگئی

وہ تو یہ کہیے کہ روزِ حشر خیریت ہوئی
بحثِ عصیاں ان کی شانِ درگزر تک آگئی

کعبہ و بتخانہ دونوں دور سے دیکھا کئے
ایک دنیا کھنچ کے ان کے سنگِ در تک آگئی

اللہ اللہ یہ نگاہِ عشق کا حسنِ کشش
روشنی خود بڑھ کے اربابِ نظر تک آگئی

اے حیاتؔ اب اس سے بڑھ کے انقلاب آئیگا کیا
پاؤں کی روندی ہوئی خاک اڑ کے سر تک آگئی

(مطبوعہ حیاتستان دہلی)

تنویرِ تبسم ہے کہ ضیائے سحری ہے
کو زمیں جھپکے ہیں جمالِ بشری سے

محروم تھا دل لذتِ دردِ جگری سے
کچھ دن یونہی گزرے ہیں مری بےخبری سے

جب دیکھنے والے نہ رہیں ہوش میں اپنے
کیا فائدہ اے حسن تری جلوہ گری سے

یہ عشق کی منزل ہے خبردار مسافر
بہتر ہے گزر جائے اگر بے خبری سے

کچھ اور نکھر آیا ہے حسنِ مہ و انجم
پھوٹی ہے کرن جب مرے داغِ جگری سے

یہ شوخی و مستانہ روی کس سے ملی ہے
پوچھے یہ کوئی راز نسیمِ سحری سے

زاہد کو حیات اپنے عمل پر ہے بڑا ناز
واقف نہیں شاید مرے دامن کی تری سے

(مطبوعہ نغمۂ آشیانہ جہیرہ - استقلال رنگون برما)

آمدِ مہرِ درخشاں کی خبر ہونے تک
سب یہ ہنگامۂ شبنم ہے سحر ہونے تک

اشکِ شبنم کے ہیں سورج کی نظر ہونے تک
غنچہ و گل کا تبسم ہے سحر ہونے تک

حالِ دل پوچھنے والو! مرے آنسو ہیں گواہ
مجھ پہ گزری ہے جو کچھ ان کی نظر ہونے تک

آپ کے سامنے کہہ دوں نہ اجل کو لبیک
کیوں جیوں غیر کا میں دست نگر ہونے تک

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، غم بھی دیا
اکتفا اس نے نہ کی مجھ پہ بشر ہونے تک

اے گرفتارِ قفس، روحِ چمن، جانِ بہار
صبر کو صبر بہاروں کی سحر ہونے تک

آپ اس بزم میں جاتے تو ہیں مانا کہ حیات
ہوش میں رہ جائیں اگر جلوہ نگر ہونے تک

Scanned with CamScanner

نغمۂ وطن

اے مرے پیارے وطن پیارے وطن پیارے وطن
تیری سرحد کبھی آنچ نہ آنے دیں گے
اے مرے دیش ترا مان نہ جانے دیں گے
تیرے دامن کو کبھی چھو نہیں سکتا دشمن
اے مرے پیارے وطن
گلشن اودھ نانک و گوتم کی یہ پھلواری ہے
وارثؒ و چشتیؒ کا دریائے کرم جاری ہے
تو ہے نفرت کے اندھیروں میں محبت کی کرن
اے مرے پیارے وطن

Scanned with CamScanner

چندر شیکھر ہیں بھگت سنگھ ہیں بسمل سے جری
تیرے بیٹوں میں ہیں اشفاق ہزاروں اب بھی
تیرے بیٹوں کے لئے کھیل ہے یہ دار و رسن
اے مرے پیارے وطن

تیرے دشمن ترا ایک پھول نہیں لے سکتے
پھول تو پھول ہیں وہ شول نہیں لے سکتے
اب بھی آباد ہے ویروں سے ترا ہی آنگن
اے مرے پیارے وطن

گردوارے، یہ کلیسا، یہ ترے دیر و حرم
کہہ رہے ہیں ترے دشمن سے یہاں ایک ہیں ہم
ایکتا اور اہنسا کے انوکھے درپن
اے مرے پیارے وطن

ہاتھ گلچیں جو بڑھائے گا وہ کٹ جائے گا
بانٹنے تجھ کو جو آئے گا وہ بٹ جائے گا
دیا اور محبت کا تو ہی ہے مسکن
اے مرے پیارے وطن

علم و فن، جرأت و ایثار کا گہوارہ ہے
دوستوں کے لئے تو پیار کا گہوارہ ہے
تیرے بازو ہیں مخالف کے دار و رسن
اے مرے پیارے وطن اے مرے پیارے وطن

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے شکریہ کے ساتھ)

Scanned with CamScanner

اُردو

جنگِ آزادی کی میر کارواں اُردو زباں
ہے اہنسا اور محبت کی زباں اردو زباں
ایکتا ہے جسم تو ہے اس کی جاں اردو زباں
افتخار و نازشِ ہندوستاں اردو زباں
اتحادِ باہمی کی یہ حسیں تصویر ہے
دوستو اردو نہیں ہے جنتِ کشمیر ہے
اس کو تہذیب و تمدن کا نشاں کہہ لیجئے
آپ اسے عشق و محبت کی زباں کہہ لیجئے
علم و فن کا مسکراتا گلستاں کہہ لیجئے
میر اور غالب کا اندازِ بیاں کہہ لیجئے
نغمۂ احساس ہے یہ بولتا جادو ہے یہ
سب زبانیں پھول ہیں ہر پھول کی خوشبو ہے یہ

Scanned with CamScanner

اس سے دلی اور دکن دونوں نے پائی آگہی
اس کے جلووں سے ملی شامِ اودھ کو روشنی
اس نے دی صبحِ بنارس کو نئی تابندگی
اس نے کی بنگال کی زلفوں میں بھی شانہ کشی

ہند میں اس نے کھلائے ہیں فصاحت کے گلاب
اس کے پیمانے سے چھلکی ہے تمدن کی شراب

اس کی چاہت سے عظیم آباد دنیا میں عظیم
اس کے دیوانے ہیں چکبست و دیا شنکر نسیم
اس میں ہیں جذباتِ نو بھی اور خیالاتِ قدیم
اس کی محفل سے ملی شائستگی ذوقِ سلیم

اس کا دامن تو حسیں ہے جاں کے مالک ہو تم
دوستو اب ورثۂ اقبال کے مالک ہو تم

اس میں ہے انجیل بھی، گیتا بھی اور قرآن بھی
اس کے دامن میں گرو نانک کا ہے فیضان بھی
قصۂ رخسار و لب بھی زیست کے ارمان بھی
اس میں آفاقی ادب بھی ترجموں کی شان بھی

ایک ہوں اہلِ وطن اردو کا یہ پیغام ہے
اتحادِ باہمی اردو زباں کا نام ہے

(اردو اکادمی اترپردیش کے افتتاحی جلسے میں پڑھی گئی)

Scanned with CamScanner

بکھری کرنیں

○

اراں کے غم، فراق کے غم، زندگی کے غم
بن کر شراب سب مرے ساغر میں ڈھل گئے

دلوں میں عزم شفق رنگ اب ضروری ہے
بدل دو فکر کا آہنگ اب ضروری ہے
حدوں سے بڑھنے لگا ہے غرورِ تیرہ شبی
نئی سحر کے لئے جنگ اب ضروری ہے

یہی بجلیاں بنیں گی تری راہ کا اجالا
تو گذر تو اپنی حد سے ذرا حسرت نشین

مرضی ہو جس کی زلفِ مسائل سنوار لے
ہم زندگی کو آئینہ خانہ بنائے ہیں

چھڑا ذکرِ تشنگی کا مجھے جام یاد آیا
مرا نام جب نے پوچھا ترا نام یاد آیا
کبھی شوخیٔ صبا سے جو کلی کی نیند ٹوٹی
وہ لطیفِ جنبشِ لب وہ سلام یاد آیا

جب گیسوئے فراق نہ سلجھے تمام رات
دامانِ انتظار پہ تارے بکھر گئے

اک دھوپ چھاؤں یہ بھی تری ہی گلی کی ہے
پہچانتا ہوں گردشِ شام و سحر کو میں

Scanned with CamScanner

اسیر کرتا ہے جو خرد کی کمند سے ماہ و کہکشاں کو
مگر وہی آدمی زمیں پر غم و الم سے نڈھال کیوں ہے

مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے
مے خانہ سلامت ہے تو آرام بہت ہے
تفریقِ گل و خار سے الجھاؤ نہ دامن
اے اہلِ چمن تم کو ابھی کام بہت ہے

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، غم بھی دیا
اکتفا اس نے نہ کی مجھ پہ بشر ہونے تک

آئینہ دل کا حیات آپ بچا کر گذریں
دور تک گرد ہے گرتی ہوئی دیواروں کی

Scanned with CamScanner